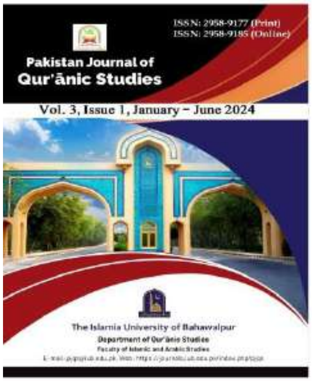

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 1, January – June 2024, Page no. 73-89
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/169
Link:https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2897
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i1.2897
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title The Concept of Benefiting from Mortgaged Items and its Analysis

Author (s): Dr. Abdul Rehman
Lecturer Islamiat, G.M.G. College, G.M Abad Faisalabad.

Umme Aymen Abdul Razzaq
Visiting Lecturer at GCWUF Faisalabad.

Received on: 13 March, 2024
Accepted on: 15 June, 2024
Published on: 01 July, 2024

Citation: Dr. Abdul Rehman, and Umme Aymen Abdul Razzaq. 2024. “The Concept of Benefiting from Mortgaged Items and Its Analysis”. *Pakistan Journal of Qur’ānic Studies* 3 (1):73-89. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2897.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

گروی اشیاء سے استفادہ کا تصور اور اس کا جائزہ

The Concept of Benefiting from Mortgaged Items and its Analysis

Dr. Abdul Rehman
Lecturer Islamiat, G.M.G. College, G.M Abad Faisalabad.
phdinislamiat@gmail.com

Umme Aymen Abdul Razzaq
Visiting Lecturer at GCWUF Faisalabad. Ummeaymen38@gmail.com

Abstract

Among the most basic human rights is the protection of wealth, life and honor, and in fact the Islamic Sharia is the only perfect code of life in which principles have been formulated to secure these three basic human rights according to natural requirements. Among these rights, wealth is the guarantor of the economic life of a person. But sometimes a person does not have wealth to fulfill his needs, so he has to get wealth from others in the form of loan. In such cases, Islamic Sharia has introduced the rules of borrowing and Qarz-e-Hasna (benevolent loan), which not only fulfill people's financial needs but also increase mutual love between them, as a result, an atmosphere of peace is established in the society. But due to the social effects, the tendency of people to give loans is decreasing, there may be many reasons, but one of the main reasons is the failure of the borrower to pay the loan ،which causes financial loss to the lender. In this regard, Islamic Sharia has introduced the rules of mortgage here, so that if the debtor is unable to pay the loan within the stipulated time, the borrower can protect his money from the mortgaged thing. But, the issue extends further when the mortgagee desires to benefit from the mortgaged thing. The question arises whether this is permissible according to Sharia or not, and under what conditions the mortgagee can utilize the mortgaged thing. There are both agreed and differing opinions on this matter. This discussion investigates the permissibility or impermissibility of the mortgagee's utilization of the mortgaged thing based on scholarly research.

Keywords: Pledger (the one who pledges) , Pledgee (the one to whom something is pledged) Loan, Wealth , Credit / Debt , Utilization / Benefiting , Pledge / Mortgage.

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2897

تمہید:

انسان کے سب سے بنیادی حقوق میں سر فہرست مال، جان اور عزت کا تحفظ ہے اور حقیقت میں شریعت اسلامیہ ہی واحد ایک کامل ضابطہ حیات ہے جس میں انسان کے ان تینوں بنیادی حقوق کو فطری تقاضوں کے مطابق محفوظ بنانے کے لیے اصول وضع کیے گئے ہیں۔ ان حقوق میں سے مال انسان کی معاشی زندگی کی کامیابی کا ضامن ہے۔ لیکن بعض دفعہ ضرورت پوری کرنے لیے انسان کے پاس مال نہیں ہوتا، تو اسے دوسروں سے قرض کی شکل میں مال حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں شریعت اسلامیہ نے انسان کو قرض اور قرض حسنہ کے احکام متعارف کرائے ہیں، جن سے انسانوں کی مالی ضرورت ہی پوری نہیں ہوتی بلکہ ان کے مابین باہمی محبت بھی بڑھتی ہے، نتیجتاً معاشرے میں امن کی فضا قائم ہوتی ہے۔ لیکن معاشرتی اثرات کی وجہ سے لوگوں میں قرض دینے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے، اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں، مگر ایک بنیادی وجہ مقروض کی طرف سے قرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہے۔ جس سے قرض دینے والے کو مالی نقصان ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں شریعت اسلامیہ نے یہاں رہن کے احکام متعارف کرائیں ہیں، تاکہ اگر مقروض مقررہ وقت میں قرض ادا نہ کر سکے تو قارض اس کی رہن شدہ چیز سے اپنے مال کا تحفظ کر سکے۔ مگر معاملہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے جب مرتہن رہن شدہ چیز سے استفادہ کا خواہاں بن جاتا ہے۔ کیا یہ شرعی لحاظ سے درست ہے یا نہیں؟ کن صورتوں میں مرتہن گروی اشیاء سے استفادہ کر سکتا ہے؟ اس بارے میں کچھ متفق اور مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ بحث ہذا میں مرتہن کے استفادہ کے اس تصور کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کی تحقیقی بنیادوں پر جانچ پڑتال کی جارہی ہے۔

گروی (رہن) کا لغوی مفہوم:

اشیاء کو گروی رکھ کر قرض حاصل کرنا، ایک عمومی معاشرتی مسئلہ ہے۔ شریعت میں اس مسئلہ کو "رھن / رھان" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة"[1] (اور اگر تم کسی سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو ایسی گروی چیزیں لازم ہیں جو قبضے میں لے لی گئی ہوں)۔ عربی میں رہن کے عمومی طور پر دو لغوی معانی مشہور ہیں؛

1- ثبوت اور دوام

[1] : البقرة 02 : 382

جیسا کہ معجم المصطلحات میں ہے «ماء راهن» : أي راكد ودائم، ونعمة راهنة: أي ثابتة دائمة"[2](ماء راھن سے مراد رکا اور ٹھہرا ہوا پانی، نعمت راھنہ کا مطلب کہ ثابت شدہ اور ہمیشگی والی نعمت)

2- روک لینا، قید کر لینا

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ "كل امرئ بما كسب رهين"[3](ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے)

یہ دونوں لغوی معانی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں، ظاہر ہے جب کوئی روک رکھے گا اور قید کر لے گا تو اس چیز کو ٹھہراو اور قرار آئے گا۔ اسی طرح گروی چیز بھی دوسرا شخص اپنے پاس روک لیتا ہے اور پھر وہ اس کے پاس رہتی ہے جب تک اس کا مالک اسے آزاد نہ کرا لے۔

رہن کا اصطلاحی معنی و مفہوم:

فقہاء کرام نے رہن کا اصطلاحی معنیٰ و مفہوم مختلف عبارات کے ساتھ بیان کیا ہے، اہم اور بنیادی تعریفات مندرجہ ذیل ہیں؛

حنفیہ کے ہاں رہن کی اصطلاحی تعریف:

"حبس شيء مالي بحق يمكن استيفاؤه منه كالدين"[4](کسی مالی چیز کو اس حق کی بنیاد پر روکے رکھنا جس سے قرض وصول کیا جا سکے)

مالکیہ کے ہاں رہن کی اصطلاحی تعریف:

" بذل من له البيع ما يباع، أو غرراً، ولو اشترط في العقد وثيقة بحق"[5](جس کے پاس بیچنے کا حق ہے، وہ کسی قابل فروخت چیز کو خرچ کرے، یا خطرے میں ڈال دے، چاہے عقد میں حق کے متعلق کوئی دستاویز شرط کے طور پر رکھی ہو)

شافعیہ کے ہاں رہن کی اصطلاحی تعریف:

" جعل عين مال وثيقة بدين يستوفى منه عند تعذر الوفاء "[6](کسی مال کو بطور وثیقہ (گروی) رکھنا تا کہ قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں اس سے قرض کی مالیت بھری جا سکے)

---

[2]: الدكتور، محمود عبد الرحمن عبد المنعم، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية، دار الفضيلة، 2008م، ج: 2، ص: 189

[3]: الطور 49: 21

[4]: البابرتي، محمد بن محمد، شرح العناية على الهداية، دار الفكر، 1434ھ، ج: 8، ص: 981

[5]: ابن عرفة، محمد بن محمد، حاشية الدسوقي، المكتبة العصرية، 1428ھ، ج: 3، ص: 139

حنبلیہ کے ہاں رہن کی اصطلاحی تعریف:

" المال الذي يجعل وثيقة بالدين يستوفى من ثمنه إن تعذر استيفاؤه ممن هو عليه"[7]("وہ مال جو بطور وثیقہ (گروی) قرض کے عوض رکھا جائے، اس کی قیمت سے وصولی کی جائے گی اگر قرض ادا کرنے والے سے وصولی ممکن نہ ہو)

تعریفات کا جائزہ:

مندرجہ بالا تعریفات سے سب سے پہلے تو رہن کے ارکان سامنے آتے ہیں؛

1- راہن (جو شخص اپنی چیز گروی رکھ رہا ہے)۔

2- مرتہن (جس شخص کے پاس چیز گروی رکھی جا رہی ہے)۔

3- مرہون (جس چیز کو راہن گروی رکھ رہا ہے، مثلاً گھر، گاڑی، جانور وغیرہ)

4- مرہون بہ یا مرہون فیہ (وہ چیز جو راہن کو بطور قرض مطلوب ہے، مثلاً پیسے، خوراک یا سامان وغیرہ)

مذکورہ بالا تعریفات میں غور کریں کہ حنفیہ کی تعریف میں رہن کو "محبوس" سے تعبیر کیا گیا ہے جبکہ دیگر کی تعریفات میں رہن کو بطور "وثیقہ" پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ حنفیہ کے ہاں راھن اپنی چیز کو کسی صورت واپس نہیں لے سکتا خواہ استفادہ کی نیت ہی کیوں نہ ہو، گویا کہ گروی چیز ہمیشہ محبوس ہی رہے گی۔ جبکہ مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک راھن مرتہن کی اجازت کے ساتھ گروی چیز واپس لے سکتا ہے۔ جبکہ شافعیہ کے نزدیک راھن زبردستی بھی گروی شدہ چیز واپس لے سکتا ہے۔

پھر مالکیہ کی تعریف میں "ما يباع او غررا" کے لفظ کی قید ہے جبکہ حنفیہ کی تعریف میں "شیء" اور شافعیہ کی تعریف میں "عین مال" اور حنبلیہ کی تعریف میں "المال" کی قید ہے۔ ان قیود سے پتہ چلتا ہے کہ مرھون بہ آیا صرف قرض ہی ہو سکتا ہے یا دوسری بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے! لہٰذا شافعیہ اور حنبلیہ کے ہاں صرف قرض ہی مرھون بہ ہو سکتا ہے دوسری کوئی چیز نہیں۔ جبکہ حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں دیگر چیزیں بھی مرھون بہ ہو سکتی ہیں۔ دوسرا یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک ہر اس چیز کو گروی رکھا جا سکتا ہے جس کی بیع ہو سکتی ہو یا نہ ہو سکتی ہے، جبکہ دیگر کے ہاں صرف وہی چیز گروی رکھی جا سکتی ہے جس کی بیع جائز ہو اور جس کی بیع جائز نہیں اس کو گروی نہیں رکھا جا سکتا۔

بہر حال ان تعریفات کا ملخص یہی سامنے آتا ہے کہ رہن کی حیثیت ایک وثیقہ کی ہوتی ہے کہ جب قرض کی ادائیگی میں خلل واقع ہو تو اس وثیقہ کے ذریعہ قرض کی مبلغ حاصل کی جا سکے۔ اور ان مذکورہ تعریفات میں تین چیزیں بنیادی طور پر سامنے آتی ہیں؛

[6]: الشربيني، محمد بن أحمد، مغني المحتاج، دار الكتب العلمية، 1994م، ج: 2، ص: 191

[7]: ابن قدامة، عبد الله بن أحمد المقدسي، المغني، دار الكتب العلمية، 1999م، ج:4، ص: 512

1- گروی صرف ذات الوجود چیز کو ہی رکھا جاسکتا ہے، کسی منفعت کو نہیں رکھا جاسکتا۔

2- گروی چیز کا قابل بیع ہونا بھی ضروری ہے، اگر وہ چیز قابل بیع نہیں تو اس کو گروی نہیں رکھا جاسکتا، تاکہ عدم ادائیگی پر اسے بیچ کر قرض بھرا جاسکے۔

3- رہن صرف قرض کے بدلے میں ہو، عوض کے بدلے میں نہ ہو۔

رہن کا شرعی حکم:

رہن کا شرعی حکم دو اعتبار سے دیکھا جاسکتا ہے، سفر کی حالت میں اور حضر کی حالت میں۔ کیونکہ قرآن کریم میں رہن کے بارے میں جو نص وارد ہوئی ہے اس میں سفر کی قید پائی جاتی ہے۔ سفر میں چیز کا گروی رکھنا قرآنی نص سے ثابت ہے؛

"وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة"[8] (اور اگر تم کسی سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو ایسی گروی چیزیں لازم ہیں جو قبضے میں لے لی گئی ہوں)۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے؛

"أن النبي صلى الله عليه وسلم ... اشترى من يهودي طعاماً إلى أجل ورهنه درعاً له من حديد"[9] (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کھانا اُدھار خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اُس کے پاس رہن رکھ دی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛

"رهن رسول الله صلى الله عليه وسلم درعاً له عند يهودي بالمدينة وأخذ منه شعيراً لأهله"[10] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی اور اپنے اہل خانہ کے لیے اس سے جو خریدا)

اور اس کے جواز پر اجماع بھی منعقد ہے، جیسا کہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں کہ "لا نعلم فيه مخالفاً"[11] (ہم اس مسئلہ میں اختلاف نہیں جانتے)۔ علامہ مرغینانی اسی اتفاق کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں" وقد انعقد الإجماع سلفاً وخلفاً على جواز الرهن"[12]

---

[8]: البقرة 02 : 382

[9]: البخاري، محمد بن اسماعيل، صحيح البخاري، دارالتاصيل، قاهرة، 2012م ، ج: 3، ص: 421

[10]: القزويني ، أحمد بن يزيد ، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، ج: 2، ص: 618، ح:7342

[11]: ابن قدامه، المغنى، ج: 6، ص: 444

[12]: المرغيناني، علي بن أبي بكر، الهداية في شرح بداية المبتدي، دار احياء التراث العربي، بيروت، ج: 4، ص: 621

حضر میں رہن کا حکم:

حضر (یعنی جب آدمی سفر میں نہ ہو بلکہ مقیم ہو) میں رہن کے بارے میں فقہاء کے درمیان تین اقوال پر مشتمل اختلاف پایا جاتا ہے۔

قول اول: جواز

حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کے کبار اور بہت بڑی تعداد میں فقہاء کرام حضر میں بھی رہن کے جواز کے قائل ہیں۔[13]

قول ثانی: عدم جواز

حضر میں رہن کے عدم جواز کے قائلین میں امام مجاھد، امام ضحاک اور امام داود ظاہری شامل ہیں۔[14]

قول ثالث: مشروط جواز

جب مرتہن معاملہ کرتے وقت رہن کی شرط لگادے، تب جائز نہیں۔ اور اگر راھن خود سے بخوشی رہن کی طرف مائل ہو تو جائز ہے۔ اس قول کے حامی امام ابن حزم ہیں۔[15]

قول اول کے دلائل:

"وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة"[16] اس قرآنی نص کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس حکم کا پس منظر عامۃ الناس کے اموال کی حفاظت ہے۔ جبکہ قرآن میں سفر کی قید اغلبیت کی بناء پر ہے کیونکہ عمومی طور پر سفر میں کاتب وغیرہ نہیں پایا جاتا۔ اور پھر جب مقصد ہی لوگوں کے اموال کا تحفظ ہے تو یہ سفر اور حضر دونوں میں مطلوب ہے۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث -جو حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنھما سے مروی ہیں- کو بھی دیکھیں تو ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہن کا معاملہ سفر میں نہیں بلکہ حضر میں کیا تھا۔ اور پھر اس رہن کے معاملہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کوئی خصوصیت کا پہلو بھی موجود نہیں کہ جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہو، بلکہ یہ حکم عام ہے۔

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ رہن کا مقصود اصل میں قرض کی حفاظت اور ضمانت ہے، لحاظ اگر یہ سفر میں ضروری ہے تو حضر میں بھی ضروری ہے۔

---

[13] : أيضا: ج 4، ص: 621

[14] : ابن قدامة، المغني، ج: 4، ص: 512

[15] : ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد، المحلى بالآثار، دار الفكر، بيروت، 2000م، ج: 6، ص: 263

[16] : البقرة 02 : 382

قول ثانی کی دلیل: آیت کا مفہوم

"وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة"[17] اس قرآنی نص میں قید لگائی گئی ہے کہ رہن کا معاملہ سفر میں ہو سکتا ہے، اور اگر اس کو مطلق کر دیا جائے تو اس قرآنی قید کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس آیت کا مفہوم مخالف بھی اس موقف کی تائید کرتا ہے۔

دلیل کا جائزہ:

اس آیت میں مفہوم مخالف کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ہر ہر نص کا مفہوم مخالف نہیں ہوتا، بلکہ اس کے قواعد وضوابط ہیں۔ ان میں سے ایک قاعدہ ہے کہ مفہوم مخالف کی طرف تب جایا جاتا ہے کہ جب اس قید کا تخصیص کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد اور فائدہ مطلوب نہ ہو، جبکہ یہاں اس نص میں تقیید کے ساتھ ساتھ بیان الواقع یعنی اغلبی حالت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی اس مفہوم کو مراد لینے میں مانع ہے۔ لہذا یہ دلیل اس مفہوم میں قابل التفات نہیں ہے۔

قول ثالث کی دلیل:

" يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه ..... وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة "[18]

ان دونوں آیات کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ یہاں رہن کی مشروعیت کی چار شروط بیان ہوئی ہیں۔

1- رہن صرف ادھار کے معاملات میں ہو، خواہ وہ قرض کی شکل میں ہو یا خرید وفروخت کی شکل میں۔
2- ادھار کی ادائیگی مؤخر اور متعین وقت کے ساتھ ہو۔
3- یہ معاملہ سفر میں ہو۔
4- کاتب کی عدم دستیابی۔

ان شروط کو قرآنی نص نے بالضبط بیان کیا ہے، لہذا ان شروط کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور پھر جو شخص اپنی طرف سے حضر میں رہن کی شرط لگاتا ہے وہ اس حدیث کی مخالفت میں جاتا ہے" كل شرط ليس في كتاب الله تعالى فهو شرط باطل

[17]: البقرة 02 : 382

[18]: البقرة 02: 282-283

وإن كانت مائة شرط، من اشترط شرطاً ليس في كتابه فليس له"[19](ہر شرط جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے چاہے وہ سو شرطیں ہوں۔ جس نے ایسی شرط رکھی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، تو اس کے لیے وہ (شرط) نہیں ہے) اور رہا راھن کا رضاکارانہ طور پر گروی کے لیے آمادہ ہونا تو وہ تعاون علی البر اور حسن معاملہ کی قبیل سے ہے۔

دلیل کا جائزہ:

قول ثالث کی دلیل قول ثانی سے زیادہ قوی اور قابل التفات ہے۔ مگر حقیقت میں یہ دلیل قابل التفات نہیں ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ میں میں اصل چیز حکم کا مقصود اصلی ہوتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ اس حکم کا مقصد کیا ہے، صرف الفاظ کا تتبع نہیں کیا جاتا، جیسا کہ اصول تفسیر میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب"[20](اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، نا کہ کسی سبب کا)

دوسرا پھر حضور اکرم ﷺ کا عمل بھی اس موقف کی تائید نہیں کرتا، بلکہ وہ اس موقف کے برعکس پر دلالت کرتا ہے۔

راجح:

تینوں اقوال اور ان کے دلائل کے جائزے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جمہور یعنی قول اول کے دلائل زیادہ مضبوط ہیں اور مقاصد شریعت سے ہم آہنگ بھی ہیں۔ اور پھر شرعی احکام میں عامۃ الناس کے فوائد اور مصالح کو مدنظر رکھا گیا ہوتا ہے، جبکہ جمہور کے قول میں یہ چیز بخوبی پائی جارہی ہے۔ اور پھر قرآنی نصوص کی سب سے معتبر اور حتمی تفسیر حضور اکرم ﷺ کا عمل ہے، جبکہ یہاں حضور اکرم ﷺ کا عمل بھی جمہور کے قول کی مکمل تائید میں ہے۔ لہذا حضر میں رہن کے جواز کا جمہور کا قول راجح ہے۔

گروی چیز سے استفادہ کا تصور اور اس کا جائزہ:

تمہید:

اس بات پر تو اجماع ہے کہ گروی چیز کی اصل ملکیت اور اس چیز کے فوائد و منافع کا اصل مالک راھن ہی ہوتا ہے۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے مرتہن کو مکمل حق حاصل ہے کہ جب راھن مقررہ مدت میں قرض کی ادئیگی نہ کرسکے تو مرھون کے ذریعہ اپنا قرض پورا کرسکتا ہے اور یہ بھی کہ اگر راھن کے قرض خواہ متعدد ہیں تو مرتہن کو حق اولیت حاصل ہے۔

---

[19] : البخاري، صحيح البخاري، ج: 3، ص: 331

[20]:السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، الإتقان في علوم القرآن، الهيئة المصرية، 1974م، ج: 1، ص: 110

اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جب راھن مرتہن کو استفادہ کی اجازت نہ دے تو مرتہن کے لیے اس گروی چیز سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، بشر طیکہ وہ گروی چیز جانور، اور قابل خدمت نہ ہو، یعنی اس کی دیکھ بھال کی ضرورت نہ ہو مثلا جانور کی دیکھ بھال ضروری ہے لہٰذا اس قبیل کی چیزیں یہاں مستثنیٰ ہیں[21]۔ جیسا کہ تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔

ان متفقہ علیہ مسائل کے علاوہ دو اہم ترین مسائل پر فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں لوگوں کے درمیان اس مسئلہ میں کافی ابہام پایا جاتا ہے، جس کا قطعی مفہوم واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ ان میں سے سرفہرست مسئلہ کہ جب راھن خود سے مرتہن کو مطلق طور پر استفادہ کی اجازت دے دے، خواہ اس چیز کا تعلق دیکھ بھال والی اشیاء سے ہو یا نہ ہو۔ دوسرا مسئلہ اگر راھن مرتہن کو اجازت نہ دے مگر وہ چیز قابل دیکھ بھال ہو تو اس میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف پایا ہے۔ ذیل میں ان دونوں مختلف فیہ مسائل پر تحقیق پیش کی جارہی ہے۔

راھن کی اجازت کے ساتھ گروی چیز سے استفادہ:

جب راھن مرتہن کو گروی چیز سے مطلق طور پر استفادہ کی اجازت دے دے تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان تین اقوال پائے جاتے ہیں؛

قول اول: مطلقا جواز

جب راھن مرتہن کو اجازت دے دے تو مرتہن گروی چیز سے مطلق طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔ خواہ یہ اجازت مرتہن کی شرط کی بناء پر ہو یا رضاکارانہ اور اسی طرح یہ گروی چیز خواہ قرض کی صورت میں ہو یا غیر قرض کی صورت میں۔ مطلق طور پر مرتہن استفادہ کر سکتا ہے۔ اس موقف کے قائلین میں اکثر فقہاء حنفیہ اور فقہاء شافعیہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں بشر طیکہ اجازت عقد سے ہٹ کر ہو۔[22]

قول ثانی: مطلقا عدم جواز

راھن جب مرتہن کو مطلق طور پر گروی چیز سے استفادہ کی اجازت دے دے تو یہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اس موقف کے حامی بعض فقہاء حنفیہ اور امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔[23]

---

[21] : ابن قدامة، المغني، ج: 4، ص: 052 - 152

[22] : البابرتي: شرح العناية، ج: 8، ص: 691

[23] : الشافعي، محمد بن إدريس، الأم، دار المعرفة، بيروت، 1990م، ج: 3، ص: 551

قول ثالث:

جب رہن قرض کی صورت میں ہو تو مرتہن گروی چیز سے استفادہ نہیں کر سکتا خواہ راھن اس کو اجازت بھی دے۔ مثلاً دس لاکھ کے قرض میں گھر یا گاڑی گروی رکھی تو چونکہ یہ قرض کی صورت میں رہن رکھا گیا ہے، اس لیے اس گروی شدہ گھر یا گاڑی سے مرتہن کا استفادہ کرنا ناجائز ہے۔ اور اگر گروی چیز قرض کی صورت میں نہیں بلکہ بیع کی صورت میں ہے تو مشروط طور پر جائز ہے، مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں آپ کو اپنی گاڑی فلان قیمت پر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اپنا گھر میرے پاس گروی رکھیں فلان مدت معینہ تک استفادہ کے لیے۔ اب یہاں گروی کی صورت بیع کی شکل میں ہے قرض کی شکل میں نہیں ہے۔ اس قول میں دو شرطیں ہیں؛

1- انتفاع بیع والی صورت میں ہو، قرض والی صورت میں نہ ہو۔

2- انتفاع کی نوعیت بھی معلوم ہو اور مدت بھی متعین ہو۔

اس باشروط قول کے حامی فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ ہیں۔[24]

دلائل اور ان کا جائزہ:

مطلق طور پر عدم جواز کی ادلہ

گروی چیز سے استفادہ جائز نہیں ہے خواہ راھن مطلق طور پر اجازت دے بھی دے۔ اس قول کے حاملین مندرجہ ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں؛

حدیث نبوی ﷺ:

" لا يغلق الرهن من راهنه له غنمه وعليه غرمه"[25] (رہن دینے والے کا رہن بند نہیں ہو گا؛ اس کے فوائد اسی کے لیے ہیں اور اس کے نقصانات کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے۔)

اس حدیث میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ گروی چیز کے منافع کا مالک صرف راھن ہے، مرتہن کے لیے جائز نہیں کہ گروی چیز سے استفادہ کرے، ماسوائے اس صورت کے جب کوئی دلیل مرتہن کو استفادہ کی اجازت دے، مگر یہاں کوئی دلیل موجود نہیں جو مرتہن کے حق میں ہو، لہذا کسی صورت میں بھی مرتہن گروی چیز سے استفادہ نہیں کر سکتا۔

---

[24]: ابن قدامة، المغني، ج: 4، ص: 152 .

[25]: البيهقي، أحمد بن حسين، السنن الكبرى للبيهقي، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ج: 6، ص: 93

عقلی توجیہ:

پہلی چیز یہ کہ جب مرتہن کے پاس چیز گروی ہوتی ہے تو اس کی حیثیت صرف وثیقہ کی ہوتی ہے اس کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسری چیز جب مرتہن اپنے قرض کو پورا پورا حاصل کر لیتا ہے تو گروی چیز سے استفادہ کس مد میں حاصل کرتا ہے؟ یہ واضح سود کی شکل ہے۔

پھر ذمہ میں لی گئی چیز اگر قرض ہے تو یہ بھی واضح سود کا پہلو ہے کہ "کل قرض جر منفعة" (ہر وہ صورت جس میں قرض کی بناء پر فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے)

جواز کے قائلین کی دلیل:

جب راھن مرتہن کو گروی چیز سے استفادہ کی اجازت دے تو گروی چیز سے استفادہ جائز ہے۔ اس قول کے قائلین عقلی دلیل پیش کرتے ہیں؛ راھن اپنی گروی رکھی ہوئی چیز کے تمام تر منافع کا بالاتفاق مالک ہے۔ جب وہ تمام تر منافع کا مکمل مالک ہے تو وہ دوسرے کو بھی مالک بنا سکتا ہے۔ راھن اپنی مرضی سے اپنی ملکیت کی چیز کو دوسرے کے لیے مباح کرتا ہے گویا کہ راھن گروی چیز کی منفعت کو مرتہن کے لیے ہبہ کرتا ہے اور ہبہ شرعی لحاظ سے جائز ہے۔

دلیل کا جائزہ:

رہن سے استفادہ کے قائلین کا یہاں ہبہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ ہبہ ذاتی پسند اور اختیار سے دیا جاتا ہے اور یہاں منفعت ضرورت اور حاجت کے پیش نظر دی جارہی ہے، اس میں دلی پسند کا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ جب صورت حال ایسی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ " لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه"[26] (کسی شخص کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں ہوتا)

مقید جواز کے قائلین کی ادلہ:

جب گروی قرض کی صورت میں ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر گروی کسی بیع کی صورت میں ہے تو مشروط استفادہ جائز ہے۔ اس موقف کے قائلین نے مندرجہ ذیل ادلہ سے استدلال کیا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

[26]: احمد، مسند أحمد، ج: 34، ص: 299

"كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا"[27] (ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے، سود کی ایک شکل ہے)۔ اس روایت میں قرض کی بنیاد پر حاصل کیا جانے والا ہر نفع ناجائز بتایا گیا ہے۔ چونکہ گروی والے معاملہ میں بھی قرض کا پہلو موجود ہے تو اس لیے یہاں بھی استفادہ ناجائز ہے۔

جبکہ اس روایت کا دوسرا پہلو یہ بتاتا ہے کہ قرض کی صورت میں استفادہ اور نفع حاصل کرنا جائز ہے اور قرض کے علاوہ صورتوں میں جائز نہیں ہے۔ لہذا اس روایت کے مفہوم مخالف سے استدلال لیا جاسکتا ہے کہ جب معاملہ قرض کے علاوہ ہو تو گروی چیز سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

دلیل کا جائزہ:

مندرجہ بالا روایت کو دونوں صورت کے لیے بطور استدلال پیش کرنا درست نہیں کیونکہ سب سے پہلی چیز یہ کہ اس کی سندی حیثیت مضبوط نہیں بلکہ علماء نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسرا مفہوم مخالف کی طرف جانا غیر درست ہے، کیونکہ اس حدیث میں مفہوم مخالف کا تصور سرے پایا ہی نہیں جارہا۔ بلکہ حدیث عمومی حالت کے بیان میں ہے۔ ویسے بھی اگر مفہوم سے استدلال کرنا ہے تو یہاں مفہوم کی دوسری قسم پائی جارہی ہے یعنی مفہوم لقب، جبکہ مفہوم لقب سے استدلال کرنا درست ہی نہیں ہوتا۔

راجح قول:

زیر بحث مسئلہ - راھن جب مرتہن کو گروی چیز سے استفادہ کی اجازت دے – میں تینوں اقوال اور ان کی ادلہ پیش گئی ہیں۔ ادلہ کے جائزہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں مطلق طور پر عدم جواز کے قائلین کی ادلہ قوی اور سالم ہیں۔ بقیہ دونوں فریقین کی دلیل قوی نہیں ہیں بلکہ مزید ان پر اعتراض بھی موجود ہے۔ اس لیے قول اول ہی راجح ہے کہ راھن اگرچہ گروی چیز سے استفادہ کی مرتہن کو اجازت دے بھی دے تب بھی استفادہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت نے فریقین کے حقوق اور اموال کا ہر لحاظ سے تحفظ کیا ہے۔ بعض دفعہ انسان اپنی معمولی سے مجبوری کو زیادہ خیال کرتے ہوئے کوئی فیصلہ کرلیتا ہے، جس میں اس کے غیر معمولی نقصان کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس لیے شریعت ان تمام امور سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے جن سے انسان کو نقصان ہو۔ شریعت انسان کو باہمی رواداری کا درس دیتی ہے، آپس میں اخلاص اور باہمی تعاون پر ابھارتی ہے اور لوگوں کے اموال کو ناجائز طریقے سے کھانے سے منع کرتی ہے۔

---

[27] : البيهقي، السنن الكبرى، ج: 5، ص: 053

راہن کی اجازت کے بغیر استفادہ:

قول اول: مخصوص صورت میں جواز:

جب گروی وہ چیزیں رکھی جائیں جن کی دیکھ بھال ضروری ہو، بصورت دیگر ان کے نقصان یا تلف کا اندیشہ ہو۔ اس طرح کی گروی اشیاء میں مرتہن اپنے جدوجہد اور اخراجات کے برابر گروی چیز سے استفادہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ راھن اس چیز کی دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہوتا ہے یا دستیاب ہی نہیں ہوتا الغرض مرتہن اپنی محنت اور اخراجات کے برابر گروی چیز سے استفادہ کر سکتا ہے۔ فقہاء حنبلیہ اس موقف کی طرف گئے ہیں، جیسا کہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں؛

"فأما المحلوب والمركوب، فللمرتهن أن ينفق عليه، ويركب، ويحلب، بقدر نفقته، متحريا للعدل فى ذلك. ونص عليه أحمد، فى رواية محمد بن الحكم، وأحمد بن القاسم، واختاره الخرقى، وهو قول إسحاق. وسواء أنفق مع تعذر النفقة من الراهن، لغيبته، أو امتناعه من الإنفاق، أو مع القدرة على أخذ النفقة من الراهن، واستئذانه"[28]

"جہاں تک دودھ دینے والے جانور اور سواری کے قابل جانور کا تعلق ہے، تو مرتھن (رہن لینے والا) اس پر خرچ کر سکتا ہے، اس پر سواری کر سکتا ہے اور اس کا دودھ پی سکتا ہے، جتنا کہ اس نے خرچ کیا ہے، انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ اس پر امام احمد نے محمد بن الحکم اور احمد بن القاسم کی روایت میں نص بیان کی ہے، اور خرقی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، اور یہ اسحاق بن راہویہ کا قول ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اگر راھن (رہن دینے والا) خرچ کرنے سے قاصر ہو، چاہے وہ غائب ہو، خرچ کرنے سے انکار کرے، یا خرچ لینے کی صلاحیت کے باوجود خرچ کرنے کی اجازت نہ دے۔

دلیل:

امام ابن القیم رحمہ اللہ بھی اسی موقف کی طرف گئے ہیں، بلکہ اس موقف کی جاندار طریقہ سے حمایت بھی کی ہے، جیسا کہ وہ دلیل پیش کرتے ہیں اور ساتھ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں؛

"الرهن يركب بنفقته إذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب بنفقته إذا كان مرهونا، وعلى الذي يركب ويشرب النفقة» وهذا الحكم من أحسن الأحكام وأعدلها"[29] (رہن رکھا ہوا جانور اس کے اخراجات کے بدلے سواری کے لیے استعمال کیا

---

[28]: ابن قدامة، المغني، ج: 6، ص: 511

[29]: البخاري، صحيح البخاري، ج: 3، ص: 143

جا سکتا ہے، اور دودھ دینے والا جانور اس کے اخراجات کے بدلے دودھ پینے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور جس شخص نے سواری کی یا دودھ پیا، اس پر ان اخراجات کی ذمہ داری ہے)۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ حکم بہترین اور عادلانہ ترین احکام میں سے ہے"۔ پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: "شریعت کے حکیمانہ قانون نے، جو بندوں کی مصلحتوں کو مد نظر رکھتا ہے، مرتہن (رہن لینے والے) کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ رہن کے جانور کا دودھ پی سکتا ہے اور اس پر سواری کر سکتا ہے، بشر طیکہ وہ اس کے اخراجات برداشت کرے"[30]

دلیل کا جائزہ:

اس دلیل پر فریق ثانی کی طرف سے اعتراض کیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ یہ منسوخ ہے، یہ حکم ربا کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی لکھتے ہیں؛

"وكان هذا عندنا والله أعلم، في وقت ما كان الربا مباحا ولم ينه حينئذ عن القرض الذي يجر منفعة ولا عن أخذ الشيء بالشيء وإن كانا غير متساويين ثم حرم الربا بعد ذلك وحرم كل قرض جر نفعا وأجمع أهل العلم أن نفقة الرهن على الراهن لا على المرتهن وأنه ليس للمرتهن استعمال الرهن"[31] ("ہمارے نزدیک یہ اس وقت کا معاملہ تھا، جبکہ اللہ بہتر جانتا ہے، کہ جب سود (ربا) حلال تھا اور اس وقت نہ تو اس قرض سے منع کیا گیا تھا جو نفع لے کر آئے اور نہ ہی ایک چیز کے بدلے دوسری چیز لینے سے، چاہے وہ برابر نہ ہوں۔ پھر اس کے بعد سود حرام کر دیا گیا اور ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے، حرام کر دیا گیا۔ اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ رہن (گروی شدہ چیز) کا خرچ راھن (رہن دینے والا) پر ہے نہ کہ مرتہن (رہن لینے والا) پر اور مرتہن کو رہن استعمال کرنے کا حق نہیں ہے)۔

اعتراض کا جائزہ:

مذکورہ حدیث پر نسخ کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ حدیث کی قوت اس دعویٰ نسخ سے کہیں زیادہ مضبوط ہے، یہ حدیث صحیح اور سالم ہے۔ جبکہ نسخ کے دعویٰ کے لیے منسوخ سے زیادہ مضبوط دلیل درکار ہوتی ہے، جبکہ یہاں ایسا کچھ نہیں ہے، بلکہ نسخ کا دعویٰ اس حدیث کی بنسبت کمزور ہے۔ لہٰذا اعتراض قابل التفات نہیں ہے۔

قول ثانی: مطلق طور پر عدم جواز

گروی اشیاء کا تعلق خواہ کسی بھی قسم سے ہو مرتہن کے لیے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، یعنی اگر جانور ہے تو اس کی سواری بھی نہیں کر سکتا اور اگر دودھ دینے والا جانور ہے تو اس کا دودھ بھی نہیں لے سکتا، خواہ ان کے دیکھ بھال کا ذمہ بھی اس کے اوپر ہو یا

---

[30] : ابن القيم، محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين عن رب العالمين، دار الجيل، بيروت، 1973م، ج: 2، ص: 297

[31] : الطحاوي، أحمد بن محمد، شرح معاني الآثار، عالم الكتب، 1994م، ج: 4، ص: 99

نہ ہو۔ راھن اجازت دے یا نہ دے، نا تھوڑا نا زیادہ، الغرض مرتہن کسی بھی صورت میں استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس موقف کے قائلین میں حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ شامل ہیں اور ایک قول حنبلیہ کا بھی یہی ہے۔[32]

دلیل:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ" لا يغلق الرهن من راهنه له غنمه وعليه غرمه"[33](رہن دینے والے کا رہن بند نہیں ہو گا؛ اس کے فوائد اسی کے لیے ہیں اور اس کے نقصانات کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے۔)

اس روایت میں واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے "فوائد" کو راھن کا حق بتایا ہے، اس میں کسی قسم کی قید نہیں لگائی اور نہ ہی کوئی فرق کیا کہ وہ دودھ والا جانور ہو یا نہ ہو اسی طرح وہ سواری والا ہو یا نہ ہو، الغرض کوئی قید نہیں لگائی اور فوائد کی ملکیت راھن کے حق میں بتائی ہے۔ لہذا راھن کی اجازت کے بغیر گروی چیز خواہ کچھ بھی ہو مرتہن استفادہ نہیں کر سکتا۔[34]

دلیل کا جائزہ:

سب سے پہلی بات تو یہ کہ یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ مرسل ہے۔ امام ابن حجر رقمطراز ہیں"ورجاله ثقات، إلا أن المحفوظ عند أبي داود وغيره إرساله"[35](اس روایت کے تمام رواۃ تو ثقہ ہیں، مگر امام ابو داود اور ان کے علاوہ کے نزدیک اس کا مرسل ہونا ہے معلوم و محفوظ ہے)۔

دوسری بات یہ ضعیف روایت سابق میں مذکور صحیح بخاری کی صحیح و سالم حدیث کے خلاف ہے، جو قول اول کی دلیل ہے۔ اس صورت حال میں یہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

راجح قول:

اگر راھن مرتہن کو گروی چیز سے استفادہ کی اجازت نہ دے تو مرتہن کے لیے جائز نہیں کہ وہ گروی چیز سے استفادہ کرے اور اس بات پر اتفاق ہے، جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے۔ لیکن اگر گروی اشیاء کا تعلق ان چیزوں سے ہے جن کی مرتہن کو دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے یا ان پر خرچہ کرنا پڑتا ہے تو اس بارے میں مندرجہ بالا دونوں موقف مع دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ دلائل کی قوت

---

[32] : ابن عابدين، محمد أمين بن عمر، رد المحتار على الدر المختار ، دار الفكر، بيروت، 1992م، ج: 6، ص: 482

[33] : البيهقي، السنن الكبرى للبيهقي، ج: 6، ص: 93

[34] :الدسوقي، محمد بن أحمد، الشرح الكبير للشيخ الدردير وحاشية الدسوقي، دار الفكر، 1431هـ، ج: 12، ص: 491

[35] : ابن حجر عسقلاني، أحمد بن علي، بلوغ المرام من أدلة الأحكام، دار الفلك، الرياض، 1424هـ، ج: 2، ص: 573

کے اعتبار سے قولِ اول راجح اور مقاصد شریعت سے ہم آہنگ نظر آتا ہے، جس میں مرتہن اس طرح کی گروی اشیاء سے عدل میں رہتے ہوئے اپنے خرچہ اور محنت کے برابر استفادہ کر سکتا ہے اگرچہ راھن اس کو اجازت نہ بھی دے، لیکن حد سے تجاوز کی اجازت بھی نہیں ہے۔ جس کی مضبوط ترین صحیح بخاری کی یہ حدیث مبارک ہے "الرهن يركب بنفقته، إذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب بنفقته، إذا كان مرهونا، وعلى الذي يركب ويشرب النفقة"[36] (گروی شدہ جانور پر خرچ کرنے والے کو اس پر سواری کرنے کی اجازت ہے، جب وہ گروی ہو، اور دودھ دینے والے جانور کے دودھ کو خرچ کے بدلے پیا جا سکتا ہے، جب وہ گروی ہو، اور جو شخص سواری کرے یا دودھ پیے، اس پر خرچ کی ذمہ داری ہے)۔

ویسے بھی متعاقدین میں سے دونوں کا اس میں فائدہ اور مصلحت موجود ہے۔ راھن کی چیز کی حفاظت ہو رہی ہے اور مرتہن اپنی ذمہ داری کے مطابق استفادہ کر رہا ہے۔

خلاصہ و نتیجۃ البحث:

شریعت اسلامیہ نے رہن کو مالی وثیقہ قرار دیا ہے اور اس کو مباح اس لیے قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کے اموال کا تحفظ ہو سکے۔ جب مقروض قرض کی ادائیگی میں پورا نہیں اترپاتا تو شریعت قرض خواہوں کو اجازت دیتی ہے کہ وہ گروی چیز کو بیچ کر اپنا قرض پورا کر لیں۔

چونکہ رہن کی اصل حیثیت وثیقہ کی ہوتی ہے، اس لیے اس کے منافع کا اصل مالک راھن ہی ہوتا ہے، مرتہن کے لیے ان منافع سے مستفید ہونا جائز نہیں ہے۔ ہاں مگر اس صورت میں کہ جب گروی چیز دیکھ بھال کی محتاج ہو مثلاً جانور وغیرہ اگر ان کو چارہ وغیرہ بروقت نہ ڈالا جائے تو ان کے ہلاک ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں راھن یا تو مکمل ذمہ داری اٹھائے اور خرچہ بھی اٹھائے تو مرتہن کو استفادہ کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر راھن یہ ذمہ داری نہیں اٹھاتا اور مرتہن اس ذمہ داری کو اٹھاتا ہے تو اس کے لیے اپنی محنت اور خرچہ کے مطابق استفادہ کرنا جائز ہے تاکہ گروی چیز بھی محفوظ رہے۔

[36]: البخاري، صحيح البخاري، ج: 3، ص: 143